احیاء مخطوطات
وقت کا تقاضہ
ابو الابدال محمد رضوان طاہر
مع
اشاعتِ مخطوطات قلمی
محمد رضاء الحسن قادری

احیاءِ مخطوطات، وقت کا تقاضہ

از قلم

ابو الابدال محمد رضوان طاہر فریدی

احیاءِ مخطوطات، وقت کا تقاضہ

تصنیف وتالیف کی اہمیت اہل بصیرت پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کسی بھی قوم کو اس سے انکار نہیں اور ہر قوم کے اندر اس کا رجحان پایا ہی نہیں جاتا بلکہ مختلف علوم وفنون پر ان کے پاس لٹریچر بھی موجود ہے مسلمانوں کے پاس ان کے بزرگوں کا وہ علمی سرمایہ موجود ہے کہ اس کا عشر عشیر بھی کسی اور قوم کے پاس موجود نہیں یہ الگ بات ہے کہ اس سرمائے کا بڑا حصہ اپنی غفلتوں کے سبب یورپ وامریکہ کی لائبریریوں میں جا پہنچا ہے اور جو اپنے پاس بچا ہے اس کا بڑا حصہ ابھی تک مخطوطات کی صورت میں مختلف لائبریریوں کی زینت بنا ہوا ہے اور زبان حال سے ہم سے تقاضہ کرتا ہے کہ جدید تحقیق وتدوین کے طریقہ پر اسے زندہ کیا جائے مگر ہم ہیں کہ ابھی تک اس کام کی اہمیت سے صحیح معنوں میں واقف نہیں ہوئے، نہ اس کی طرف توجہ دی، نہ اس کام کے لیے اداروں کی بنیاد رکھی اور نہ موجودہ اداروں میں اس کے لیے علیحدہ سے شعبہ قائم کیا۔

مستشرقین میں سے بہت سوں نے اسلامی علوم وفنون پر مشتمل قلمی کتابوں کو تحقیق وتدوین کے مراحل سے گزار کر بڑی آب وتاب سے شائع کیا اور مسلسل کر رہے ہیں حالانکہ یہ کام ہمارا تھا اور ہم پر ہی لازم ہے کہ اس کو خود کریں غیروں کو موقع نہ دیں نیز انہوں نے اپنی یونیورسٹیوں اور اداروں میں جہاں مستقل تحقیقی مقالات کے اصول وضوابط وضع کیے، مختلف کورسز مثلاً P.H.D اور ڈی فل وغیرہ متعارف کروائے، وہیں تدوین مخطوطات سے آگاہی پر مشتمل کورسز کا بھی آغاز کیا۔

دنیا میں علم کے نور کو عام کرنے میں مسلمانوں کا بڑا اہم اور بنیادی کردار ہے اس امت سے قبل کسی اور امت کو علمی پہلو سے انسانی تہذیب کی اس طرح خدمت سرانجام دینے کی سعادت میسر نہ آئی جو اس امت کو ملی ہے، مختلف علوم وفنون کی پیش کش نیز انہیں انسانوں سے متعارف وعام کرنے میں انہوں نے فعال کردار ادا کیا ہے آج بھی دنیا بھر کی لائبریریوں میں موجود لاکھوں مخطوطات مسلمانوں کی علم دوستی پر شاہد ہیں۔

تاریخ اسلام میں دو مواقع ایسے بھی آئے جب امت مسلمہ کا علمی سرمایہ ضائع کر دیا گیا اول۔ جب تارتاریوں نے شہر بغداد پر حملہ کیا تو انہوں نے مسلمانوں کو شہید کرنے پر ہی کا اکتفاء نہ کیا بلکہ ان کے خون جگر سے لکھے ہوئے لاکھوں اسلامی مخطوطات کو بھی دریائے دجلہ وفرات کی نظر کر دیا، کہا جاتا ہے ان مخطوطات کی سیاہی کی وجہ سے دجلہ وفرات کا پانی نیلے وکالے دو رنگوں میں تبدیل ہو گیا تھا۔

دوم۔ سقوط غرناطہ کے بعد عیسائیوں نے پہلے تو مسلمانوں کو وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا پھر بعد میں عیسائی پادری خمینس (بعض اسے شیمنس کہتے ہیں) کے کہنے پر تمام بلاد اندلس سے اسلامی کتابوں کو اسکوریال چرچ میں جمع کر کے انہیں نذر آتش کر دیا گیا، نیز مختلف علوم وفنون کے بے بہا خزانے کو باب الرملہ (غرناطہ) کے چوک میں لا کر ڈھیر کیے گئے اور پھر ان کو بھی آگ لگا کر نذر آتش کر دیا گیا مسٹر ایس پی اسکاٹ اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں

” اس وحشیانہ مذہبی جوش سے جو نقصان دنیا کو پہنچا اس کا ادنی اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ غالبا

دنیا بھر میں ایسا قیمتی ذخیرہ علوم وفنون کا کہیں نہیں ہوگا جس کو شیمنس نے اس تاریخی چوک میں خاک سیاہ کردیا، اس وحشیانہ فعل سے مالی نقصان تو بہت ہی ہوا تھا مگر اس کا مہلک اثر جو سوسائٹی پر پڑا وہ بلکل ناقابل بیان ہے اس سے وہ یگانہ روزگار علمی یادیں تباہ ہوگئیں جن کا بدل ناممکن ہے گھڑی بھر میں اس نے صدیوں کا جمع کیا ہوا وہ بے بہا خزانہ خاک سیاہ کردیا جس سے زمانہ حال کے مورخ مسلمان اندلس کی تہذیب کے متعلق ایسے ماخذ پیدا کر سکتے تھے جن کا علمی دنیا میں اب پتا لگانا بلکل ممکن نہیں''

(تاریخ اسپین (مترجم) ضمیمہ ۳، صفحہ ۵۵۶، مشتاق بک کارنر، لاہور)

اس دوران جو مخطوطات نذر آتش ہوئے بعض نے ان کی تعداد دس لاکھ سے بھی زائد بتائی ہے اس کے علاوہ بھی کئی اسباب ہیں جن کی بناء پر ہمارے بزرگوں کا چھوڑا ہوا علمی ورثہ ضائع ہوا اور ہو رہا ہے ان میں بعض یہ ہیں عدم توجہ، کیڑا لگنا، حشرات الارض، سیلاب وزلزلے، چوری ہونا، اور آگ لگنا وغیرہ مگر اس ساری صورت حال کے باوجود آج بھی دنیا بھر میں مسلمانوں کے علمی ورثہ میں موجود مخطوطات کی تعداد دیگر قوموں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے اور دنیا بھر کی لائبریریاں ان اسلامی مخطوطات سے بھری پڑی ہیں جن کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے وقت کا تقاضہ ہے کہ ان مخطوطات کو جدید طریقہ تحقیق وتدوین کے مطابق طباعت کے مراحل سے گزار کر منظر عام پر لایا جائے تاکہ امت مسلمہ کا حال و مستقبل ماضی کے ساتھ مضبوط ومربوط ہوسکے اور نسل نو اپنے اسلاف کے علمی کارناموں سے آگاہ ہوکر اپنی نشاۃ ثانیہ کے لیے عملی اقدامات کا آغاز جلد سے جلد کر سکے، یہ کام کسی فرد معین یا ایک دو اداروں کے بس کی

بات نہیں بلکہ دنیا بھر کی اسلامی یونیورسٹیوں، تحقیقی اداروں اور مدارس کے محققین اساتذہ وطلبہ اس طرف ذوق وشوق سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں تو کہیں جا کر گوہر مقصود ہاتھ آنے کی امید کی جاسکتی ہے، لہذا مزید وقت ضائع کیے بغیر اس اہم کام کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے شعوری طور پر باقاعدہ مہم چلانے کی ضرورت ہے جو دنیا بھر کے مسلم محققین، اساتذہ وطلبہ کو اس کی افادیت تسلیم کرنے اور یہ کام کرنے پر مجبور کردے، اس لیے اہل علم وقلم آج سے ہی اپنی توجہ اس طرف مبذول کریں، تحقیق تدوین کے اصول وضوابط پر کتب لکھیں، مجلّات میں تسلسل سے مضمون لکھیں، خصوصی نمبرز شائع کریں، کانفرنس وسیمینار منعقد کریں، ادارے بنائیں، کام کرنے والوں سے علمی ومالی تعاون کریں تاکہ وقت قلیل میں ہمارا یہ علمی ورثہ دنیا بھر کی لائبریریوں کے تاریک کونوں سے نکل کر نسل نو کے ہاتھوں میں محفوظ ہو جائے۔

مخطوطات کی حیات نو کا تعلق تصنیف وتالیف سے بڑا مضبوط جڑا ہوا ہے صحیح معنوں میں یہ کام وہی کرسکے گا جو پہلے سے تحقیقی مقالات قلمبند کرنے کے فن سے آگاہ ہو مگر اس طرف بھی جمود طاری ہے چار دہائیاں قبل نا تو تصنیف وتالیف کا ذوق رکھنے والے نظر آتے تھے نہ پڑھنے والے یہاں تک کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کی لکھی ہوئی بڑی بڑی اہم کتب ان کی وفات کے بعد بھی کئی سالوں تک سامنے نہ آسکیں، درد دل رکھنے والے بعض بزرگوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو تصنیف وتالیف کی افادیت سمجھتے ہوئے اس طرف خصوصی توجہ دی، خود بھی لکھا اور بہت سے سوئے ہوؤں کو بیدار کیا، پھر کیا تھا دیکھتے ہی دیکھتے بہت سے لکھنے والے سامنے آئے اور کئی ادارے ومکتبے بھی وجود میں آگئے مگر اس

میں بنیادی کمی یہ رہی کہ اس شاہرہ پر قدم رکھنے کے باوجود اصل مقصد کی طرف نظر نہ گئی اور لکھنے والوں کی اکثریت کو خالص علمی و تحقیقی ذوق میسر نہ آیا اور وہ فروعی و روایتی مسائل و مباحث میں الجھ کر رہ گئے اور اس پر اس کثرت سے لکھا گیا کہ مارکیٹ میں ان موضوعات پر لکھی ہوئی کتب کی بہتات پائی جاتی ہے جو یقیناً زائد از حاجت ہوتی ہیں ان فروعی و روایتی اور غیر علمی و تحقیقی مباحث کا اس قدر غلبہ ہے کہ نومولود قلم کار غیر شعوری طور پر اس کے اثرات قبول کرتے ہیں اور انہی موضوعات پر لکھنا شروع ہو جاتے ہیں جبکہ علمی و تحقیقی مواد ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا جس کا نقصان یہ ہوا کہ سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت کے علماء و مشائخ کا مقام و مرتبہ عوام کی نظروں میں وہ نہ رہا جو پہلے تھا اور عوام بھی ان کی دسترس سے دور ہوتی جا رہی ہے یہی وجہ ہے کہ سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت مسلسل ضرر اور امت نت نئے فتنوں اور مصائب میں مبتلا ہے مگر ہم ہیں کہ ابھی تک اپنا مزاج علمی و تحقیقی نہ بنا سکے اور موجودہ حالات کے پیش نظر یہ کہنے میں کوئی آر نہیں کہ مستقبل میں بھی کوئی ایسی علمی فضاء نظر نہیں آ رہی جو ہماری کوتاہیوں کا ازالہ کر سکے، اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا کھویا ہوا علمی وقار بحال ہو اور امت مزید مصائب و آلام سے بچی رہی تو ہم پر لازم ہے کہ مزید وقت ضائع کیے بغیر ایک جامع منصوبہ کے تحت اور بلند مقاصد کے پیش نظر ایسے اقدامات کریں جس کی بدولت مستقبل قریب میں ہمیں مدارس اسلامیہ سے خالص علمی، تحقیقی اور فکری مزاج رکھنے والے رجال میسر آ سکیں جو امت کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو سہارا دیں، صاحبان نظر و فکر اور اہل منصب پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ جلد از جلد اس سمت توجہ دے کر مناسب اقدامات کریں۔

مدارس اسلامیہ میں بجائے اس کے کہ طلباء کو ایک مخصوص نصاب پڑھا کرانہیں ان کی حالت پر چھوڑ دیا جائے بہتر اور دوررس نتائج دینے والا انقلابی قدم یہی ہوسکتا ہے کہ جہاں نصابی کتب پڑھانے کا اہتمام ہے وہیں طلباء کو خالص علمی و تحقیقی مقالات قلمبند کرنے کی خصوصی تربیت دینے کے لیے ایک علیحدہ کلاسز کا اہتمام کیا جائے، جہاں ان کی اس انداز میں تربیت کی جائے کہ جس طرح وہ اچھے مقرر، مدرس ومناظر بنتے ہیں ایسے ہی ایک اچھے محقق بھی بن سکیں۔

اس کے لیے درج ذیل جدول کو کمی وبیشی کے ساتھ اپنا کر بہتر نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں

سب سے پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ تحریری کام کی وہ کون سی جہتیں ہیں جہاں طلباء کو بالخصوص تربیت دینے کی حاجت ہے تو اس ضمن میں جن کو فوقیت حاصل ہے وہ مندرج ذیل ہیں

۱۔صحافت

۲۔تاریخ

۳۔جمیع موضوعات

۴۔تخریج

۵۔تحشیہ وتسہیل

٦۔تراجم

۷۔ردفرقہ باطلہ ومذاہب

۸۔ تقابلی مطالعہ

۹۔ تدوین قلمی کتب و مخطوطات

اب ہم مذکورہ بالا جہتوں پر کام کرنے کا عملی طریقہ اختصار سے بیان کرتے ہیں

اول تو ہر مدرسہ میں تصنیف و تالیف کی علیحدہ کلاسز کا اہتمام کیا جائے جہاں طلباء کی خصوصی تربیت کے لیے علیحدہ اساتذہ کا تقرر ہو جو مذکورہ شعبہ کے ماہرین پر مشتمل ہوں اس کلاس کا وقت کم از کم ایک گھنٹہ اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے ہو، اب اس کلاس میں درجہ ثالثہ یا رابعہ سے ان طلباء کو بٹھایا جائے جن کا پہلے پڑھائی میں رزلٹ اچھا رہا ہو، ابتداء میں ان طلباء کو تحریری کام کی اہمیت و افادیت سے آشنا کیا جائے تا کہ وہ اس کام کے لیے اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کر لیں، بعد میں مخصوص ایام کے اندر انہیں تحریر و تحقیق کے اصول و ضوابط سکھائے جائیں، اس کے بعد صحافت کی اہمیت و افادیت سے آگاہ کرنے کے بعد ماہرین صحافت کے کالم پڑھانے کے ساتھ مختلف موضوعات پر کالم لکھوائے جائیں، ان میں سے جو درست اور اچھے ہوں انہیں اخبارات اور رسائل میں چھپوایا جائے، اس شعبہ کو ہم مذہبی صحافت اور غیر مذہبی صحافت میں تقسیم کر سکتے ہیں کیونکہ عصر حاضر میں دونوں کا نہج و مقاصد جدا جدا ہیں اور ان پر کام کرنے والے بھی الگ الگ گروپوں میں تقسیم ہیں لیکن یہاں طالب علم کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ دونوں طرف اچھا لکھ سکے۔

اس کے بعد تاریخ (جس میں اسلامی و غیر اسلامی تاریخ پھر اس کی آگے مختلف شاخیں اور علماء و مشائخ کی

کی سوانح وغیرہ سب شامل ہیں) پر مطالعہ کروا کر ایک مختصر مقالہ لکھوایا جائے مناسب ہوگا کہ یہ مقالہ علماء ومشائخ اہلسنت کی سیرت پر ہو، اس مرحلہ میں کامیابی کے بعد طلبہ کو ایک معین تعداد میں تحقیقی مقالات کا مطالعہ کروایا جائے مطالعہ کے بعد ان کے سامنے مختلف موضوعات رکھے جائیں جس میں سے وہ اپنی پسند کے موضوع پر مقالہ قلمبند کریں جس کا حجم کم از کم ۵۰ اور زیادہ سے زیادہ ۱۵۰ صفحات ہوں،

اب انہیں تخریج کے اصول وضوابط اور طریقہ کار سکھایا جائے اور ساتھ ہی تحشیہ و تسہیل کے فن سے بھی آگاہ کیا جائے اور آخر میں کسی کتاب کے معین صفحات یا رسالہ پر عملی تربیت دے کر اس فن میں نکھار پیدا کریں،

اس کے بعد تراجم کی طرف آئیں اور علماء ومشائخ اہلسنت کے رسائل وکتب کے اردو سے عربی، فارسی، انگلش وغیرہ اور دیگر زبانوں سے اردو تراجم کروانے کے ساتھ ساتھ اس فن کی نزاکتوں، طریقہ کار اور اہمیت وضرورت سے آگاہ کریں۔

یہاں تک کامیابی کے بعد طلبہ کو ردفرقہ باطلہ ومذاہب کے فن سے آگاہ کیا جائے اور مختصر مقالات کے ذریعے عملی تربیت دے کر اس مرحلہ سے گزارہ جائے مگر یہاں بڑی احتیاط کر ضرورت ہے کہ یہ شعبہ جتنا پر کشش وجاذب اور دلکش نظر آتا ہے اتنا ہی پر خطر بھی ہے یوں کہہ لیں دھار پر چلنے کے مترادف ہے مسئلہ تکفیریت بھی اپنی کئی جہتوں کے ساتھ اسی سے وابستہ ہے اور عالم اسلام کی نازک حالت بھی پیش نظر ہے پس قدم پھونک کر رکھنے کی ضرورت ہے، رد کے متعلق طلباء کو یہ باتیں خصوصی طور پر ذہن

نشین کرائیں کہ رد کی حاجت کیوں اور کس قدر ہے اس کا طریقہ کار اور حدود کیا ہیں اس کی افادیت اور مقاصد کیا ہیں کیا یہ ضرورت ہے یا مقصد؟ (یقیناً ضرورت ہے مقصد نہیں)

اور اس پر بھی بھرپور توجہ دیں کہ طلباء نازیبہ کلمات سے بچنے، شائستگی و وقار کو اپنانے اور اپنے موقف کو ٹھوس علمی دلائل سے پیش کرنے والے بن جائیں نیز انہیں مسئلہ تکفیریت کی نزاکتوں سے آگاہ کر کے بقدر ضرورت وحاجت اس سے دور رہنے اور ایسے مسائل کو اکابر کی طرف پھیرنے کی تلقین کی جائے۔

اگلے مرحلے میں تقابلی مطالعہ پر مختصر سا مقالہ لکھوایا جائے جس کا حجم ۴۰ صفحات سے زائد نہ ہو۔

تربیت کے یہ مراحل درجہ بدرجہ تسلسل کے ساتھ درس نظامی کے نصاب کے ساتھ اختتام پذیر ہوں، دوران تربیت طلباء جو مقالات لکھیں استاد ان پر سخت تنقیدی نگاہ ڈالے، غلطیوں کی نشاندہی کر کے اصلاح کروائے اگر مقالہ زیادہ ہی ناقبل اطمینان ہو تو استاد طالب علم سے مقالہ دوبارہ لکھوائے اور اصلاح و چھانٹ پھٹک کا کام اس وقت تک جاری رہے جب تک استاد مطمئن نہ ہو جائے۔

اس شعبہ (کلاس) کی طرف سے سہ ماہی یا شماہی مجلّہ کا اجرا بھی ہونا چاہیے جس میں طلباء کے صرف وہ مقالات شائع ہوں جن کی ان کے استاد نے تصیح کے بعد اجازت دی ہو (مجلّہ کے اخراجات طلبہ اپنی جیب فنڈ سے بآسانی ادا کر سکتے ہیں) اس کام کے لیے ایک بڑی لائبریری کا ہونا ایک ناگزیر حاجت ہے اور ہر مدرسہ اس کا متحمل نہیں ہو سکتا اس کمی کو انٹرنیٹ کے ذریعہ پورا کیا جا سکتا ہے جہاں دنیا بھر کی مختلف ویب سائٹوں میں ہزاروں (بلا مبالغہ لاکھوں) کتب موجود ہیں جنہیں مفت ڈاؤن لوڈ کیا جا سکتا

ہے لہذا بقدر ضرورت لیپ ٹاپ کا اہتمام کرلیا جائے جس میں مختلف موضوعات پر اہم و ضروری مراجع و مصادر کو ترتیب سے محفوظ کرکے طلباء کو مواد فراہم کردیا جائے۔

آخر میں جب طلباء درس نظامی کورس مکمل کرکے اپنی پڑھائی سے فارغ ہو جائیں تو ان سے ماہرین مخطوطات کی زیرِنگرانی کسی مخطوطہ یا قلمی کتاب پر تحقیق و تدوین جیسا بنیادی کام کروا کر انہیں منظرِ عام پر لایا جائے، اس طرح احیاءِ مخطوطات کے مقصد میں بھی کامیابی ہوگی اور طلباء کی تربیت کے مقاصد بھی پورے ہوں گے، اس دوران طلباء کو مناسب وظیفہ بھی دیا جائے تاکہ وہ فکرِ معاش سے بے پرواہ ہو کر یکسوئی کے ساتھ کام کرسکیں۔

☆☆☆☆

متعلم جامعۃ المدینہ اوکاڑہ

ابو الابدال محمد رضوان طاہر فریدی

احیاء التراث النادرۃ

(۱۴۳۹ھ)

اشاعتِ مخطوطاتِ قلمی

(۲۰۱۷ء)

از قلم

محمد رضاء الحسن قادری

اشاعتِ مخطوطات قلمی

علمی تراث میں قلمی مخطوطات کو غیر رسمی اور غیر معمولی اہمیت حاصل ہے آج جن خطوں میں علم و تحقیق کے معیارات اپنی بلندی پر ہیں وہاں ان دستاویزات کو محفوظ کرنے کے بیش بہا اور ہوش ربا اقدامات کیے گئے ہیں ایک خوش گوار حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں اسلامی تراث اعداد و شمار کے اعتبار سے سب سے زیادہ ہے سقوط سلطنت عثمانیہ سے قبل ۱۲۰۰ سال تک قلم و قرطاس کے جہان میں مسلمانوں کا کوئی ثانی نہیں رہا، انھی ذخائر میں سے ماٰخذ علمیہ چن چن کر ان کی نشر و توزیع کر کے آج دنیا کے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں اس کار خیر میں ان مستشرقین کا بھی خاصہ حصہ ہے جو مسلم ورثہ کو دریافت اور مدون کرنے میں کوشاں رہے۔

علمی دنیا میں جہاں بے شمار قدیم ماخذ و مصادر تحقیق و مراجعت کے بعد شائع ہو رہے ہیں وہیں ان گنت مخطوطات عکسی صورت میں صقین یا طباعت کرنے کا بھی اہتمام کیا جا رہا ہے، نشر و اشاعت کے اداروں کی اس بابت باقاعدہ رجحانات اور ترجیحات سامنے آئے ہیں، ایران، ترکی اور جرمنی اس میں پیش پیش ہیں۔

پاکستان میں مخطوطات کی اشاعت کی کوششیں ابھی ابتدائی مراحل میں ہیں بلکہ سست رفتار کہنا چاہیے، اس کام میں بعض سرکاری و غیر سرکاری اداروں اور بعض اہل علم و قلم کا نمایاں کردار رہا ہے یہاں کے بیش

تر ناشرین قدیم مطبوعہ نوادر یا عرب دنیا کی جدید مطبوعات کی عکسی اشاعت میں دلچسپی رکھتے ہیں، خطی یا قلمی عکسیات شائع کرنے کا شعور ہی نہیں یا اس بارگراں کو اٹھانے کی سکت ہی نہیں، دارالاسلام نے اس مہم میں شریک ہونے کا عزم کیا ہے جس کا باقاعدہ آغاز سال گزشتہ میں کردیا گیا تھا، چنانچہ ''اثبات المولد والقیام'' اور '' مکتوبات حضرت شاہ احمد سعید دہلوی '' کی اشاعت کے بعد '' رسائل شاہ عنایت قادری '' ادارہ کی جانب سے تیسری پیش کش ہے اس سے قبل امام ربانی پبلی کیشنز کے اشتراک سے ۴ مخطوطات منظر عام پر لانے کی سعی کی ہے اور یہ سب ہمارے محسن بزرگ محمد اقبال مجددی صاحب کی تحریک وترغیب کا ثمرہ ہے ہمارا یہ سفر ملک کے نامور محققین کی سرپرستی میں طے ہوگا اور جتنا مقدر ہے اپنے حصے کا کام کریں گئے ان شاء اللہ

ادارہ کا اشاعتی پروگرام ان خطوط پر ترتیب دیا گیا ہے مگر یہ کوئی حتمی خاکہ نہیں ہے موضوعات اور مواد کی اہمیت کے پیش نظر وقتاً فوقتاً اس میں موزوں تغیر وتبدل ہوتا رہے گا۔

ا۔ چشتیہ اور مجددیہ کا علمی سرمایہ زیادہ تر اسی خطے میں محفوظ ہے معمولی کوشش کر کے کئی اہم مصادر کو بازیاب کرایا جاسکتا ہے۔

۲۔ برصغیر کے علماء وصوفیہ کا سوانح، تذکرہ اور انساب کا ذخیرہ بھی یہاں بہ کثرت پایا جاتا ہے اور ہر خطے کی اپنی ضرورت بھی ہے۔

۳۔ فرنگی محل، خیرآباد اور دوسرے متقدمین ومتاخرین علمی سلاسل کے درسیات پر لکھے گئے شروح وحواشی

کی تلاش۔

۴۔حدیث،فقہ،علم الکلام اور تصوف پر علماء ہند کی تحقیقات خصوصی توجہ کا مرکز ہیں۔

۵۔پچھلے ہزار سال میں عربی،فارسی،وار دو ادب جو سرزمین ہندوستان میں تخلیق ہوا اسے دریافت کرنا۔

ان مخطوطات کی اشاعت سے تحقیقی مزاج رکھنے والے اپنے اپنے ذوق کے مطابق فوائد اٹھائیں گے یہاں صرف یادگیری کے لیے چند ایک نکات کو درج کیا جاتا ہے جو سردست ہمارے پیش نظر ہیں اور یہی ان کی اشاعت کے مقاصد بھی ہیں مثلا

۱۔اسلاف کا سرمایہ تحریر اپنی اصل شکل میں محفوظ ہوگا،جو قدیم اسلامی فن کتابت کے مختلف ادوار کے نقوش کے تحفظ میں سنگ میل ثابت ہوگا۔

۲۔مخطوطہ شناسی کے فن کو فروغ ملے گا۔

۳۔مصادر کی ثقاہت،متن کی صحت،تقابل و مراجعت کے مسائل اور تحقیقی ضروریات پوری کرنے میں مدد ملے گی۔

۴۔جو مخطوطات پہلے چند افراد کی دسترس میں تھے وہ اب ایک طویل عرصے تک ہر خاص و عام کی رسائی میں آجائیں گئے۔

۵۔عصری جامعات میں تحقیقات کے نئے مواقع پیدا ہوں گئے۔

۶۔غیر مطبوعہ کتب پر تحقیق،تدوین،ترجمہ،شرح وغیرہ کے امکانات زیادہ پیدا ہوں گئے۔

اکابر اسلاف کے فکری وارثوں سے ہم استدعا کرتے ہیں کہ وہ "علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی" یورپ کے حوالے کر کے اپنے وطن کے اقبالوں کے دلوں کو سی پارہ نہ کریں، بلکہ اپنی سرزمین پر انہیں روایتی طریقوں سے محفوظ کر کے ان کی حرمت کو پامال ہونے سے بچالیں، اور یہ ورثہ اپنی آئندہ نسلوں کو منتقل کریں، اس میں دارالاسلام کی سنگت سے فائدہ اٹھائیں، ہم اس کے لیے عمر نوح، صبر ایوب اور خزانہ قارون کے تو نہیں۔ البتہ اہل ثروت اور صاحبان درد کے خلوص اور مالی تعاون کے خواستگار ضرور ہیں، حکومت وقت سے بھی ہم تقاضہ کرتے ہیں کہ وہ اس منصوبہ کے لیے خصوصی فنڈ مختص کرے، ان لوازم کے بغیر اس سفر کا آگے بڑھنا ممکن نہیں ہوگا۔

☆☆☆☆

ناشر تراث اسلاف

محمد رضاء الحسن قادری